طارق اسمٰعیل ساگر کے ناولوں کا موضوعاتی مطالعہ

Thematic Study of Tariq Ismail Sagar's Novels

عامر سہیل، پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد
Amir Suhail, Ph.D scholar, Dept of Urdu, G-C University Faisalabad
ڈاکٹر ظفر حسین ہرل، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد
Dr. Zafar Hussain harrel, Assistant Professor, Dept of Urdu, G-C University Faisalabad

Abstract

Tariq Ismail Sagar is a great name in modern fiction and Urdu journalism. He embraced his relation with pen in (1980) era of. Along with other genres of fiction he wrote many other novels. He highlighted different type of (various) topics and thoughts in which the basic through is Pakistan and Islam."

Keywords: Fiction, Urdu Novel, Tariq Ismail Sagar, Mystery, Deductive Novel

کلیدی الفاظ: فکشن، اردو ناول، طارق اسمٰعیل ساگر، پراسراریت،

طارق اسمٰعیل ساگر جدید اُردو ادب اور صحافت کا ایک معتبر نام ہے۔ اُردو ادب اور صحافت میں وہ متنوع حیثیتوں کے مالک ہیں۔ ادبی اور صحافتی دنیا میں وہ بطور ناول نویس، سفر نامہ نویس، کہانی نگار، رپور تاژ، نگار اور کالم نگار کی حیثیت سے اپنا مقام بنا چکے ہیں۔ ان کا اصل نام طارق اسمٰعیل خان جبکہ تخلص ساگر ہے۔ وہ مختلف اخبارات سے وابستہ رہے جن میں روزنامہ نوائے وقت اور روزنامہ جنگ نمایاں ہیں۔ وہ مقصدی ادب کے قائل ہیں۔ انھوں نے اپنی تخلیقات و نگارشات میں پاکستانیت کو اجاگر کیا۔ ان کی نگارشات میں اسلامی تاریخ، برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی تاریخ، پاکستانی معاشرت اور پاکستانی تہذیب و ثقافت کے مسائل و عوامل کو بطورِ خاص موضوع بنایا گیا ہے۔ ان کے ناولوں کی تعداد کم و بیش پینتیس ہے، جن میں حب الوطنی اور پاکستانیت کا جذبہ نمایاں نظر آتا ہے۔ وطن سے محبت کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے جو ان کی ہر تحریر میں دکھائی دیتا ہے۔ اس ضمن میں وہ خود رقم طراز ہیں:

"ایک پیشہ ور صحافی کی حیثیت سے میں نے جو کچھ لکھا اس میں بھی کبھی اپنے نظریات پر سودے بازی نہیں کی۔ میں باقاعدہ کالم نگاری کر رہا ہوں۔ درجنوں ڈرامے لکھے، فلمیں لکھیں، ڈاکو منٹریز لکھیں لیکن مجھے اقرار کرنا ہے کہ ناول نگاری میرا پہلا عشق ہے۔ میں نے اس عشق کی قیمت بھی ادا کی اس پر مجھے کوئی جگہ بھی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر وجود اپنا اظہار چاہتا ہے

اور اس اظہار کے لیے مختلف وسیلے تلاش کرتا ہے۔ میرا وسیلہ لفظ ہے۔ چنانچہ میں لفظوں کو جوڑ کر وہ جملہ بناتا ہوں جو میرے باطن کو منکشف کرتا ہے۔ اپنے ناولوں کے ہر کردار میں آپ مجھے موجود پائیں گے۔"(۱)

ناول اطالوی زبان کے لفظ "ناویلا" سے ماخوذ ہے جس کے معنی "نیا" اور "اچھوتا" کے ہیں۔ ناول درحقیقت داستان کی ترقی یافتہ اور جدید شکل ہے۔ ناول انسانی زندگی کی داخلی اور خارجی کش مکش کا بیان ہے۔ جدید اُردو افسانوی ادب میں ناول ایک منفرد و معتبر صنفِ نثر ہے جس میں کہانی کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی ناول سے متعلق اپنے خیالات یوں رقم کرتے ہیں:

"ناول سے مراد سادہ زبان میں ایسی کہانی ہے جس میں انسانی زندگی کے معمولی واقعات اور روزانہ پیش آنے والے معاملات کو اس انداز سے بیان کیا جائے کہ پڑھنے والے کو اس میں دل چسپی پیدا ہو۔ یہ دل چسپی پلاٹ، منظر نگاری، کردار نگاری اور مکالمہ نگاری سے پیدا کی جاتی ہے اور یہی ناول کے بنیادی عناصر ہیں۔ ان میں پلاٹ اور کردار نگاری خاص طور پر اہم ہیں۔"(۲)

اُردو ناول کی تاریخ ڈیڑھ سو سالہ قدیم ہے۔ اس کا آغاز مولوی نذیر احمد کے تمثیلی قصوں سے ہوا۔ مولوی نذیر احمد نے ہندوستانی معاشرے کی مسلمان لڑکیوں کی اصلاح کے لیے کہانیاں تخلیق کیں۔ ان کے ناولوں میں اصلاحی مقاصد نمایاں طور سے دکھائی دیتے ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کی ناول نویسی سے تاحال کئی نامور ناول نویس مذکورہ صنف نثر میں قلم آزمائی کر چکے ہیں۔ اُردو ناول نے ڈیڑھ صدی کے مختصر عرصے میں نہ صرف فکری و موضوعاتی بلکہ فنی و اسلوبیاتی اعتبار سے کئی منازل طے کی ہیں۔ اُردو ناول میں متنوع موضوعات و افکار کو سمیٹا گیا

ہے۔ اُردو ناول میں سماجی، تہذیبی، معاشی مسائل، نفسیاتی عوامل، وجودی مسائل، روحانی کرب، بار بار اُجڑنے اور بسنے، مایوسی، یاسیت، قنوطیت اور موت کی خواہش، موت سے خوف، غربت، استحصال انسان کا باطنی کرب، دہشت گردی، ایٹمی جنگ کی تباہ کاریاں، نئے جان لیوا مسائل اور دوسرے کئی جدید افکار و خیالات کو احاطہ قلم میں لایا گیا ہے۔ روبینہ کوثر اس تناظر میں لکھتی ہیں:

> ”رجحانات کے اعتبار سے ناول نے کئی موڑ کاٹے۔ کئی تبدیلیاں آئیں، وقت کے تغیر کے ساتھ ساتھ ڈپٹی نذیر احمد، سرشار، شرر، پریم چند کی تخلیقات سے لے کر آج تک ناول رجحانات کے لحاظ سے بہت تنوع رکھتا ہے اور لوگوں کو اپنی اپنی فکری تفسیر کے مطابق اس میں قلم فرسائی کرنے کا موقع ملتا رہا ہے۔ یہ رجحانات ہر لمحہ بدل رہے ہیں۔“(۳)

طارق اسمٰعیل ساگر کے ناولوں میں وطنِ عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کو مرکزی موضوع بنایا گیا ہے۔ انھوں نے جاسوسی ناول، رومانوی ناول، حالاتِ حاضرہ سے متعلق ناول اور تاریخی ناول لکھے۔ ان کے ناولوں کا موضوعاتی تجزیہ کیا جائے تو ان کا پہلا ناول ”میں ایک جاسوس تھا“ کے عنوان سے اشاعت پذیر ہوا۔ یہ ناول ۱۹۸۱ء میں پہلی بار منظرِ عام پر آیا۔ اس ناول کی کہانی ایک پاکستانی جاسوس کے گرد گھومتی ہے۔ اس میں واحد متکلم کردار ہندوستان میں اپنی جاسوسی کارروائیوں اور دیگر اہم کامرانیوں کو آشکار کرتا ہے۔ جدید جنگی حالات میں جاسوسی کارروائیاں کامیابی میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ انھوں نے مذکورہ ناول میں بارہ عنوانات کے تحت پاکستان کی خفیہ ایجنسی کے مقاصد، خفیہ جاسوسوں کو درپیش مصائب، ہندوؤں کی معاشرتی و تہذیبی زندگی اور ہندوستانیوں کی پاکستان اور اسلام سے ازلی رقابت کو بیان کیا ہے۔ اس مقالے کے حوالے سے طیبہ رانی اپنے خیالات یوں سپردِ قلم کرتی ہیں:

> ”میں ایک جاسوس تھا“ ان کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ اس ناول میں قاری ایک جاسوس کی مشکلات اور کارناموں سے آگاہ ہوتا ہے اور قاری دل چسپی کے ساتھ ایسا محسوس کرتا ہے کہ وہ اس جاسوس کے ساتھ ہے۔ اس ناول میں بتایا گیا ہے کہ کیسے وطن کی خاطر ایک جاسوس اپنی جان کی بازی لگا کر اپنی مہم کو سر کرتا ہے۔“(۴)

جاسوسی کارروائیوں کے حوالے سے ان کے دو ناول ”کمانڈو“ اور ”وادیِ لہورنگ“ بھی لائقِ مطالعہ ہیں۔ مذکورہ دونوں ناولوں میں انھوں نے ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کی کارروائیوں کو بیان کیا ہے۔ ناول بعنوان ”کمانڈو“ میں انھوں نے پاکستانی خفیہ جاسوسوں اور

کارندوں کی کامیابیوں اور اقدامات کو سامنے لانے کی بھرپور سعی کی ہے۔ اس ناول میں انھوں نے اپنے ذاتی تجربات کو بیان کیا ہے کیونکہ وہ سانحہ بنگال میں ایک جنگی قیدی کے طور پر بھارتی فوج کی تحویل میں رہے۔ ناول ''کمانڈو'' میں کہیں کہیں تصنع اور مبالغہ آمیزی کا احساس بھی ہوتا ہے۔ ناول ''وادیِ لہو رنگ'' میں انھوں نے قیامِ پاکستان سے لے کر ستر کی دہائی تک کے دفاعی، سیاسی اور جنگی حالات و واقعات کو ترتیب سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے پاکستانی فوج کی بہادری کے قصے بھی مذکورہ ناول میں بیان کیے ہیں۔ ناول میں کشت و خون کے واقعات کی عکاسی کے ساتھ ساتھ عشق و محبت کی داستان کو بھی ضمنی موضوع کے طور پر بیان کیا ہے۔

ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ ان ناولوں سے متعلق اپنے افکار یوں آشکار کرتے ہیں:

> ''طارق اسمٰعیل کے ناولوں میں تاریخی مواد اپنے مخصوص معنی میں موجود نہیں ہے۔ لیکن پاک بھارت جنگ کی تاریخ میں ۱۹۷۱ء کی جنگ کا جو مقام ہے اس کا اظہار ہمیں بین السطور برابر ہوتا رہتا ہے۔ ناول نگار کو پاک بھارت جنگ کا ذاتی تجربہ بھی تھا اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ایک جنگی قیدی کے طور پر بھارت میں رہنا پڑا تھا۔ اس لیے جنگی اقدامات، اسلحوں کی تفصیلات، اس کے استعمال اور ہندوستان کے مختلف شہروں کی فضا، ان کے درمیانی فاصلوں اور گلیوں محلوں کے جو نام دیے ہیں وہ قرینِ قیاس ہیں۔ موضوع کے اعتبار سے یہ دونوں منفرد اور اچھوتے ہیں۔''(۵)

ناول بعنوان ''ان دیکھی راہیں'' میں بھی انھوں نے ایک پاکستانی جاسوس کی خفیہ کارروائیوں اور دیگر اہم واقعات کو موضوع بنایا ہے۔ اس ناول میں ایک جاسوس کا کردار تراشا گیا ہے جو سرحد پار کرنے کی خاطر جرائم پیشہ افراد کا سہارا لیتا ہے۔ اس ناول میں کرداروں کے نام اور مقامات حقیقی معلوم ہوتے ہیں۔ مذکورہ جاسوس ہندوستانی علاقے ''موگے'' میں اپنی کارروائی کا آغاز کرتا ہے۔ وہ دو دفعہ پولیس کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ بعد ازاں وہ ایک گھسیارے کے روپ میں ہندوستان کے ایک جنگی ہوائی اڈے کے بارے میں خفیہ معلومات حاصل کرنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ جاسوسی کہانیوں کے تناظر میں ان کے دیگر ناولوں میں ''دھوپ اور چھاؤں''، ''وشنو یاترا''، ''آشرم کے اسرار''، ''تلوار کی دھار''، ''ٹھنڈی چھایا''، ''بابوجی''، ''سجاتا''، ''ٹوٹی ہوئی کمند''، ''سازِ شکستہ'' وغیرہ لائقِ ذکر ہیں۔

سقوطِ ڈھاکہ اور پاک بھارت ۱۹۷۱ء جنگ ان کا دوسرا بڑا موضوع ہے۔ انھوں نے کئی ناولوں میں بنگال کے الگ ہونے کے اسباب و عوامل کو موضوع بنایا ہے۔ اس تناظر میں ان

کے دو ناول ''آنسہ'' اور ''آتش فشاں'' کے عنوانات کے تحت قابلِ مطالعہ ہیں۔ ''آنسہ'' میں انھوں نے ستر کی دہائی میں ہونے والے انتخابات اور سیاسی کش مکش کو بے نقاب کیا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو اور شیخ مجیب الرحمٰن کے مابین ہونے والی سیاسی چپقلش کو انھوں نے مذکورہ ناول میں اپنی فکر کا حصہ بنایا ہے۔ سیاسی کش مکش کی بنا پر بنگال میں پیدا ہونے والی شورش اور بنگلہ دیش میں ہونے والی فوجی کارروائی سے متعلق انھوں نے کئی سطور اس ناول میں قلمبند کی ہیں۔ ان حالات میں ایک فوجی افسر اس جنگ کی بھٹی میں کود جاتا ہے اور بہادری سے حالات و مصائب کا سامنا کرتا ہے۔ ''آتش فشاں'' میں بھی ستر کی دہائی کے بنگال کے احوال سامنے لانے کی بھرپور سعی کی گئی ہے۔ اس ناول میں انھوں نے بھارت کی تخریب کاریوں کو بھی عمدہ انداز سے بے نقاب کیا ہے۔ پاکستانی فوج کی مشکلات اور مردانہ وار کارروائیوں کو بھی احسن انداز سے مذکورہ ناول میں سامنے لایا گیا ہے۔ طیبہ رانی مذکورہ ناول سے متعلق بیان کرتی ہیں:

> ''آتش فشاں'' اس عنوان کے تحت مشرقی پاکستان میں علیحدگی کے وقت جو حالات تھے، ان کی عکاسی کی گئی ہے۔ کہانی کا کردار ایک کمانڈو ہے جو کہ اپنے فرائض کی تکمیل کے لیے کراچی سے ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ جہاں پہنچتے ہی ایک مشن اس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس مشن کی تکمیل کے سلسلے میں اسے تحریک کاروں سے ٹکر لینا پڑتی ہے۔''(۶)

بنگلہ دیش کے قیام کے اسباب اور اس دور میں ہونے والی ملکی اور بین الاقوامی سازشوں کا اظہار ان کے ہاں کئی ناولوں میں کیا گیا ہے۔ اس تناظر میں تخلیق کردہ دیگر ناولوں میں ''اک ضرب کاری''، ''بھیڑیوں کا بھٹ''، ''بحری عقابوں میں''، ''موت کے راہی'' اور ''ٹوٹا ہوا تارا'' لائقِ تحسین ہیں۔

طارق اسمٰعیل ساگر کے ہاں کشمیر کاز بھی ایک نمایاں فکر کے طور پر سامنے آتا ہے۔ کشمیر کی تاریخی اور آئینی حیثیت، کشمیر پر ڈوگرہ فوج کے مظالم کی داستان، ہندوستان کا وادیٔ کشمیر پر غاصبانہ قبضہ اور ہندوستانی فوج کے مظالم، مجاہدین کی کارروائیوں اور کشمیری حریت پسندوں کی جہدِ مسلسل کو انھوں نے اپنے کئی ناولوں میں موضوع بنایا۔ اس تناظر میں ناول بعنوان ''کریک ڈاؤن'' لائقِ غور ہے۔

مذکورہ ناول کشمیر کاز پر لکھے گئے تخلیق کردہ ناولوں کے سلسلے کی کلیدی کڑی تصور کیا جاسکتا ہے۔ اس ناول میں انھوں نے جہانگیر نامی کشمیری مجاہد کی داستان کو لفظی روپ عطا کیا ہے۔ یہ ناول کشمیری مجاہدوں کی بہادری اور جذبہ جہاد کے اظہار کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہے۔ ہندوستانی خفیہ ایجنسی کے کارندوں کی عیاری اور مجاہدین کی ثابت قدمی اور حریت

پسندی کو نمایاں موضوع کے طور پر اس ناول میں پیش کیا گیا ہے۔ اس تناظر میں ناول سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ”لوگو! جان لو کہ ابھی غیرتِ اسلامی زندہ ہے۔ کشمیر کے مقہور مسلمانو! تم اکیلے نہیں ہو۔ وہ تمہاری مدد کو آئیں گے۔ تمام انسانی ضابطے، قانون اور دیواریں توڑ کر۔ کوئی زنجیر ان کے قدموں کو نہیں باندھ سکتی۔ کوئی مجبوری ان کے راستے کی رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔“(۷)

ناول بعنوان ”ماضی کے جھروکوں سے“ میں انھوں نے وادئ کشمیر کی تاریخی حیثیت اور اہم سیاسی حقائق کو آشکار کیا ہے۔ یہ ناول کشمیری تاریخ کی عمدہ دستاویز کے طور پر دکھایا جا سکتا ہے۔ اس ناول میں سرہن قبیلے اور ڈوگرہ راج کے مابین ہونے والی خونریز جھڑپوں کو آشکار کیا گیا ہے۔ سرہن قبیلے کی لوگوں کی حریت پسندی اور آزادیِ کشمیر کے لیے ان کی کاوشوں کو مذکورہ ناول میں احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ناول بعنوان ”پہلا معرکہ“ میں وادیِ کشمیر میں ہندوستان اور پاکستان کی چپقلش اور ڈوگرہ راج کے منفی چہرے کو کامیابی سے بے نقاب کیا گیا ہے۔ ہندو بنیئے اور ڈوگرہ خاندان کے مسلمانوں کے ساتھ رکھے گئے ناروا سلوک اور تعصب کو اس ناول میں کہانی کی صورت میں سامنے لایا گیا ہے۔ کشمیر کاز کے حوالے سے تخلیق کردہ دیگر نمایاں ناولوں میں ”موت کی شاہراہ“، ”تجدیدِ عہد“، ”سلگتی آہیں“ اور ”شہادت کی منزل“ شامل ہیں۔ کشمیریوں سے ہمدردی کا جذبہ ان کے بیشتر ناولوں میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ کشمیری مسلمانوں کے مصائب اور کرب کو نہ صرف محسوس کرتے ہیں بلکہ انھیں اپنی تخلیقات کا نمایاں موضوع بھی بناتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر عقیلہ شاہین اس تناظر میں اپنے خیالات یوں سامنے لاتی ہیں:

> ”طارق اسمٰعیل ساگر ماضی کا رازداں بھی ہے اور مستقبل کا مزاج داں بھی۔ دنیا میں جہاں جہاں مسلمان مصائب و مشکلات کا شکار ہیں وہ ان کے لیے سوچتا، محسوس کرتا اور ان کے مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ ایک مورخ اور تجزیہ نگار کی حیثیت سے اسلام دشمنوں کی سازشوں کو بے نقاب کرتا ہے۔“(۸)

طارق اسمٰعیل ساگر کے ناولوں کا مرکزی موضوع وطنِ عزیز پاکستان ہے۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں نہ صرف پاکستانی فوج اور دفاعی اداروں کی بے پناہ کاوشوں اور جذبہ شہادت کو آشکار کیا ہے بلکہ پاکستانی سماج اور سیاسی و انتظامی نظام میں موجود خامیوں اور کوتاہ بینیوں کو بھی نمایاں موضوع کے طور سے اپنے ناولوں میں بیان کیا ہے۔ ان کے ناولوں میں

حب الوطنی کے جذبے سے سرشار باشندے اور سچے اور کھرے پاکستانی ذہن کی مہک واضح طور سے محسوس کی جاسکتی ہے۔ انھوں نے پاکستان میں ہونے والی بدعنوانی، اخلاقی گراوٹ، سیاسی ریشہ دوانیوں اور دیگر انتظامی مسائل کا نہ صرف ادراک کیا بلکہ ان مسائل ومشکلات کو اپنے ناولوں میں اجاگر کیا۔ اس تناظر میں ان کا ناول ''سازش'' قابلِ استحسان ہے۔ مذکورہ ناول میں انھوں نے اقتدار کے شاطر کھلاڑیوں اور اربابِ اختیار کی عیاریوں اور مکارانہ چالوں اور وارداتوں کو بے نقاب کیا ہے۔ اس ناول میں انھوں نے انسانی سرشت اور نفسیات کی بے رحم حقیقتوں کو بھی قاری کے روبرو منکشف کیا ہے۔ غفور شاہ قاسم اس ناول کے مرکزی موضوع کو لفظوں کے روپ میں یوں بیان کرتے ہیں:

> ''ان کے ناول ''سازش'' کا مرکزی موضوع وہی مخلوق ہے جس کے حاشیہ خیال میں آتے ہی ذہن کے صحن میں کراہت انگیز بدبوئیں پھیل جاتی ہیں اور جنہیں موضوع بناتے ہوئے حلق میں تلخی اور کڑواہٹ گھلنے لگتی ہے۔ یہ سیاست کار مخلوق جس نے ہمارے ماضی کو بدحال، حال کو بے حال اور مستقبل کو وقفِ رنج و ملال کیا ہے۔ ان کے کرتوتوں اور سیاہ کاریوں کو تمام تر فنی تقاضوں کے ساتھ ناول کے پلاٹ، کردار اور مکالمے میں سمیٹ لیا ہے۔''(۹)

ناول بعنوان ''پھندا'' میں ناول نویس نے پاکستان میں توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی جیسے ناسوروں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ وطنِ عزیز پاکستان کو جدید، مہذب، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور فلاحی ریاست دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ وہ پاکستان میں جعلی عاملوں کی مکاری اور شاطرانہ ہتھکنڈوں سے بخوبی آگاہ ہیں اور مذکورہ بالا ناول میں گڈی سائیں نامی جعلی عامل بابا کے کردار کے ذریعے انھوں نے توہم پرستی اور جہالت کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ پیروں سے وابستہ غیر حقیقی توقعات کو بھی بیان کیا ہے۔ وہ ایک ماہر نباض اور عمرانی علوم کے ماہر کی مانند پاکستانی عوام کی ذہنی ناہمواری اور فکری ناپختگی کے بارے میں قاری کو آگاہ کرتے ہیں۔ وطنِ عزیز سے فرسودہ رسوم ورواج اور جہالت کے خاتمے کے متمنی طارق اسمٰعیل ساگر مذکورہ ناول میں حرام رزق اور مالی بدعنوانی کو بھی موضوع بناتے دکھائی دیتے ہیں۔ غفور شاہ قاسم مزید لکھتے ہیں:

> ''طارق اسمٰعیل ساگر کے دوسرے ناول ''پھندا'' کا موضوع حرام رزق کے مفسر اور مہلک اثرات، مجرمانہ ذہنیت اور اس کا طریقۂ واردات ہے۔ ایک غیر متوازن اور نامنصف معاشرہ فرد کو کس طرح جرم کی

دنیا میں دھکیل دیتا ہے اور جعلی پیر کس فن کاری اور پرکاری کے ساتھ لوگوں کے جذبات اور احساسات کا استحصال کرتے ہیں۔ اسے بہت اچھے طریقے سے ناول کے پلاٹ میں سمو دیا گیا ہے۔ انھوں نے جعلی رومانیت کو گڈی سائیں کے کردار کی صورت میں بے نقاب کیا ہے۔ اور اس کا کردار اس انداز میں تراشا ہے کہ قاری اس کی گرفت سے باہر نہیں نکل سکتا۔"(۱۰)

پاکستان میں سیاسی عدم استحکام، اداروں کے مابین ٹکراؤ کی کیفیت اور آمرانہ ہتھکنڈوں جیسے مسائل کی عکاسی ان کے دیگر کئی ناولوں میں کی گئی ہے۔ اس تناظر میں ان کا ناول "انجانی منزل کے مسافر" بھی لائقِ وضاحت طلب ہے۔ اس ناول میں انھوں نے انتظامی اداروں اور سیاسی قیادت کے مابین ہونے والی اختیار کی کش مکش کو اجاگر کیا ہے۔ عالمی طاقتوں کے زیر اثر پاکستانی سیاستدان قومی مفادات کے بجائے ذاتی مفادات کو جس طریقے سے ترجیح دیتے ہیں، ان تمام حالات و واقعات کو ناول نویس نے اس ناول میں بھرپور انداز میں قاری کے سامنے بیان کیا ہے۔ پاکستان میں منشیات فروشی جیسے مکروہ دھندے اور دہشت گردی جیسے ناسوروں سے متعلق انھوں نے کئی ناول تخلیق کیے ہیں۔ اس تناظر میں ان کا ناول بعنوان "ڈرگ مافیا" اور "دہشت گرد" لائقِ غور ہیں۔ سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد پاکستان میں منشیات فروشی اور دہشت گردی جیسے قبیح افعال نے سر اُٹھایا۔ پڑوسی ملک افغانستان کے راستے ملک دشمنوں نے منشیات فروشی اور دہشت گردی جیسے عفریتوں کو پاکستانی عوام کے سر پر بٹھا دیا۔ اسی وجہ سے پاکستان کو بے پناہ مالی، جانی، اقتصادی اور ذہنی واخلاقی سطح پر نقصان اٹھانا پڑا۔ مذکورہ بالا دونوں ناولوں میں ناول نویس نے پاکستان کے ان مسائل کو اجاگر کیا ہے۔ ڈرگ مافیا سے ثناء عبدالرؤف اپنے تحقیقی مقالہ میں رقم طراز ہیں:

"طارق اسمٰعیل ساگر کی اس کتاب "ڈرگ مافیا" کا موضوع سفارش اور رشوت اور بلیک میلنگ (Black Mailing) ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ لوگ رشوت دے کر سفارش کرتے ہیں اور رشوت اس وجہ سے کہ ان کا راز فاش نہ ہو جائے اور لوگ ان کے اس برے کردار کو جان سکیں لیکن آفریں ہے ان لوگوں پر جو رشوت لینے کے باوجود ان کے راز کو فاش کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ جو ضرورت مندوں کے حق پر ڈاکہ ڈالنے سے گریز تک نہیں کرتے ہیں۔"(۱۱)

افغانستان کے جنگی احوال کی عکاسی طارق اسمٰعیل ساگر کا محبوب موضوع ہے۔ بیسویں صدی کی دو عالمی طاقتوں ریاست متحدہ ہائے امریکہ اور سابقہ سوویت یونین کے مابین ہونے والی چپقلش کے لیے افغانستان کی سرزمین کا انتخاب کیا گیا۔ سوویت یونین نے گرم پانی کی تلاش میں افغانستان کا رخ کیا مگر بے پناہ عسکری قوت کے باوجود وہ افغانی سرزمین پر فتح تلاشنے میں ناکام رہا اور سوویت یونین ٹوٹ کر کئی ریاستوں میں منقسم ہو گیا۔ اس ناول میں انھوں نے غیور افغانوں کے جذبہ شہادت اور قومی حمیت و غیرت کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ان کا بنیادی نکتہ یہی ہے کہ افغانی خون میں شکست کھانا کسی طور قابلِ قبول نہیں۔ طارق اسمٰعیل ساگر کے مطابق:

> ''کہساروں کی آگ'' دراصل آتشِ نمرود کی کہانی ہے جس میں عشق بے خطر کود پڑتا ہے۔ اپنی دانست میں یہ کتاب لکھ کر غیور افغانوں کے جہاد آزادی کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔''(۱۲)

''کہساروں کی آگ'' میں انھوں نے نہ صرف افغانی باشندوں کے عزم صمیم اور جرأت و بہادری کو آشکار کیا ہے بلکہ عالمی ریشہ دوانیوں کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ افغانستان کی سنگلاخ چٹانوں میں روسیوں اور امریکیوں کی شکست و ریخت تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ مذکورہ ناول میں انھوں نے اس شکست و ریخت کی عکاسی خصوصی طور سے کی ہے۔ ڈاکٹر عقیلہ شاہین اس تناظر میں اپنے خیالات کو قرطاس پر یوں منتقل کرتی ہیں:

> ''طارق اسمٰعیل ساگر کو مظلوم اور کچلی ہوئی قوم کا دکھ اپنا دکھ محسوس ہوتا ہے۔ اس کا یہ موقف اور دلیل اپنی جگہ بہت مضبوط ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں، ان کا تحفظ اور ان کی بقا اسلام اور صرف اسلام میں ہے۔ سامراجی قوتیں کمیونزم اور سوشلزم کے خواب دکھا کر انھیں ان کے مذہب سے دور لے جانا چاہتی ہیں۔ وہ پیش آنے والے حالات کا تجزیہ بڑی حقیقت پسندی سے کرتا ہے۔ اگرچہ روس کو افغانستان کے پسپا ہوئے کئی سال گزر چکے ہیں اور ''کہساروں کی آگ'' ۱۹۹۱ء میں لکھا گیا لیکن آج کے افغانستان کے بارے میں اس کا جائزہ حقائق پر مبنی ہے۔''(۱۳)

طارق اسمٰعیل ساگر کے افکار و موضوعات کا مجموعی طور سے تحقیدی جائزہ لیا جائے تو ان کی فکری اساس وطنِ عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسائل و عوامل ہیں۔ انھوں نے پاکستان کے دفاعی اداروں کی وطنِ عزیز سے بے لوث محبت اور پاک بھارت جنگوں کے تمام

احوال بڑی چابکدستی کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ بھارت کی ریشہ دوانیوں اور دیگر عالمی طاقتوں بالخصوص اسرائیل اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان سے ازلی رقابت کا انھیں پورا ادراک ہے اور انھوں نے ان حقائق کو اپنے ناولوں کا کلیدی موضوع بنایا۔ مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک کو انھوں نے اپنے ناولوں میں اجاگر کیا ہے۔ کشمیر اور افغانستان میں عالمی استبدادی قوتوں کی جبر و ظلم اور مسلمان مجاہدوں کی مزاحمتی تحاریک کو بھی انھوں نے اپنے ناولوں میں آشکار کیا ہے۔

ان کے ناولوں میں بنیادی فکر یہ بھی ابھر کر سامنے آتی ہے کہ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اور ساری دنیا کے مسلمان کو ایک عظیم قوت کے طور پر دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ وطنِ عزیز میں ذہنی اور فکری پراگندگی، سیاست دانوں کی ریشہ دوانیوں، سیاسی و اقتصادی عدم استحکام اور اندرونی و بیرونی سازشی عناصر کی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کرنا ان کے ہاں کلیدی فکری جذبے کے طور پر سامنے آتا ہے۔ موضوعاتی اعتبار سے ان کے ناول فکری پختگی اور تنوع ہر سطح پر لائقِ تحسین ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ طارق اسمٰعیل ساگر، مجھے کھا گئے، لاہور: ساگر پبلی کیشنز، اشاعت دوم، ۲۰۱۴ء، ص:۵۵۶

۲۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص:۱۹۲

۳۔ روبینہ کوثر، شش ماہی مجلہ، شمارہ ۱۰، فیصل آباد: شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، جنوری تا جون ۲۰۱۲ء، ص:۳۰۸

۴۔ طیبہ رانی، طارق اسمٰعیل ساگر کی ناول نگاری (غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے ایم اے اُردو)، مخزونہ: شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور: ۲۰۰۹ء، ص:۴۷

۵۔ رشید احمد گوریجہ، ڈاکٹر، اُردو میں تاریخی ناول، لاہور: ابلاغ، س ن، ص:۶۶۲

۶۔ طیبہ رانی، طارق اسمٰعیل ساگر کی ناول نگاری (غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے ایم اے اُردو)، مخزونہ: شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور: ۲۰۰۹ء، ص:۵۰

۷۔ طارق اسمٰعیل ساگر، کریک ڈاؤن، لاہور: جہانگیر بک ڈپو، ۱۹۹۶ء، ص:۹۶

۸۔ عقیلہ شاہین، پروفیسر، ڈاکٹر، طارق اسمٰعیل ساگر ___ پاکستانی ادب کی روشن مثال (مضمون)، مشمولہ: ادب دوست، ماہنامہ، شمارہ نمبر ۱۱، لاہور: نومبر ۱۹۹۸ء، ص:۳۱

۹۔ غفور شاہ قاسم، ڈاکٹر، تعبیرِ حرف، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۴ء، ص:۱۶۵

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۶۶

۱۱۔ ثناء عبدالرؤف، طارق اسمٰعیل ساگر کی مطبوعات ___ وضاحتی فہرست (غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے بی ایس اردو) مخزونہ: شعبہ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین یونی ورسٹی، لاہور: ۲۰۰۹ء، ص۴۸۔۴۹

۱۲۔ طارق اسمٰعیل ساگر، کہساروں کی آگ، لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۶ء، ص:۹

۱۳۔ عقیلہ شاہین، پروفیسر، ڈاکٹر، طارق اسمٰعیل ساگر ___ پاکستانی ادب کی روشن مثال (مضمون)، ایضاً، ص:۳۲